عبدالستار غوری

جب سے استاذ عبدالستار غوری کی وفات کا سنا ہے، میرے کانوں میں 'شاہ پاکستان' اور 'شاہ اسلام' کے الفاظ گونج رہے ہیں اور افسوس ہو رہا ہے کہ اب یہ الفاظ اس پیار کے ساتھ سننے کو پھر نہ ملیں گے۔ غوری صاحب کا یہ پیار تھا کہ جب بھی وہ مجھے دیکھتے تو والہانہ انداز میں ''شاہ پاکستان'' اور ''شاہ اسلام'' کہہ کر مصافحہ کرتے، حالاں کہ وہ اگر ہمارا سلام ہی قبول کر لیا کرتے تو یہ بھی بہت تھا۔

غوری صاحب سے تعارف تو ایک استاد کی حیثیت سے ہوا تھا، وہ ''المورد'' میں ہم سے جونیر کلاس کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے، لیکن بعد کے سالوں میں وہ مجھے چھوٹے بھائی سا 'پروٹوکول' دینے لگے اور جب میں نے ماہنامہ ''سوئے حرم'' کا آغاز کیا تو انھوں نے نہ صرف اس کو بہت سراہا، بلکہ باقاعدہ اس کا مطالعہ بھی کرتے اور بعض اوقات اس کی بہتری کے لیے تجاویز بھی ارشاد فرماتے۔

غوری صاحب کی زندگی ایک بامقصد زندگی کی بہترین مثال ہے۔ ان کے ماضی سے تو میں آگاہ نہیں، لیکن جو دس بارہ برس ان سے تعلق رہا، اس کے بارے میں، میں یقیناً گواہ ہوں کہ انھوں نے اپنا سارا وقت اور ساری صلاحیتیں بائیبل اور مسیحیت کی تحقیق پر صرف کر رکھی تھیں۔ ان سے قبل میرا مسیحیت کے بارے میں علم رانا محمد اسلم مرحوم کی روایات پر ہی موقوف تھا۔ رانا صاحب نے بھی رد مسیحیت اور تحقیق بائیبل کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا اور باوجود اپنی مفلوک الحالی کے دن رات اس میں مگن رہتے تھے۔ باقاعدگی سے اپنا رسالہ ''المذاہب'' ہمیں عطا فرماتے اور شاہدرہ سے جب بھی مال روڈ کی طرف آتے تو سٹیٹ بنک میں ہم سے ملے بغیر نہ جاتے۔ لیکن غوری صاحب سے ملنے کے بعد رانا مرحوم کی تحقیقات بہت پیچھے نظر آنے لگیں۔

باوجود علمی مصروفیات اور لگن کے غوری صاحب اُس علمی زعم اور عُجب سے بالکل پاک تھے جس میں اکثر علما مبتلا نظر آتے ہیں۔ سادگی اور شگفتگی ان کے مزاج کا حصہ تھی، اس لیے مجھ سے 'چھوٹے' بھی ان سے بلا جھجک مل لیا کرتے تھے اور وہ بھی کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ان کی زندگی تصنع اور بناوٹ سے بھی پاک تھی۔ صاف محسوس ہوتا تھا کہ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہے اور یہ خوبی شاید ہزار علمی خوبیوں پہ بھاری ہے۔

غوری صاحب کے نماز پڑھانے کا انداز بہت خوب صورت تھا۔ ''المورد'' میں بہت سی نمازیں ان کی امامت میں پڑھنے کا موقع ملا۔ میں ان کا مقتدی بن کر کوئی جنازہ تو نہ پڑھ سکا، لیکن ایک دوست کہا کرتے تھے کہ اگر اُن کا انتقال ہو جائے تو جنازہ غوری صاحب پڑھائیں، کیونکہ وہ بہت اہتمام اور خشوع سے جنازے کی نماز پڑھاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اللہ کریم نے ان پر بڑا اکرم فرمایا کہ وہ جو تحقیق یا کام کرنا چاہ رہے تھے، اسے اپنی زندگی ہی میں بہت حد تک پایۂ تکمیل تک پہنچا گئے۔ باقی کام امید ہے کہ ان کا صاحب زادہ مکمل کر لے گا۔ اور جس طرح زندگی میں اللہ کا ان پر کرم رہا، امید ہے کہ آخرت میں بھی ان پر اس سے بھی بڑھ کر کرم ہوا ہوگا، اور یقیناً فرشتوں نے ان کی روح کو 'ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً' کہہ کر رب کے حضور پیش کیا ہوگا۔ اللہ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور ان خطاؤں سے درگذر فرمائے۔ آمین۔

وہ مسلکاً اہل حدیث، لیکن مشرباً صوفی تھے اور یہاں صوفی سے میری مراد تعصب اور نفرت سے پاک ہونا اور دوسروں کی بھلائی پیش نظر رکھنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے منتشر عالم اسلام کو تصوف کے عقائد تو نہیں، البتہ تصوف کی بعض معاشرتی اور اخلاقی روایات اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہمارے ایک فلسطینی دوست کہا کرتے ہیں کہ آج کے عالم اسلام میں حنفی، شافعی، مالکی وغیرہ سے آگے بڑھ کر سلفی (جہادی)، تبلیغی اور صوفی کی واضح تقسیم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ مجھے ان کی بات سے بہت حد تک اتفاق ہے، لیکن میری خواہش ہے کہ عالم اسلام میں اگر یہ تقسیم ہونا مستقبل میں مقدر ہے تو پھر صوفیت کا پلہ بھاری رہے، لیکن کون سے صوفی؟ وہ جو غوری صاحب جیسے ہوں اور یا پھر شہزاد سلیم سے۔ ایک پتلون میں اور ایک لمبی ڈاڑھی اور اپنے روایتی رومال میں۔ کہ 'پتلون' اور 'رومال' کا یہ ملاپ اور محبت ہی ہمارے بہت سے مسائل کا حل ہے۔

—— محمد صدیق بخاری

(مدیر، ماہنامہ سوئے حرم)